Open Access
Al-Idrak
Fiqh Al-Usrah
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

نکاح میں ولی کی اجازت وعدم اجازت کا عصری مطالعہ

A modern study of the permission and disapproval of the guardian in marriage

☆ **Wajeeha Naween**
Muftia, Banuria International Women's University, Karachi

Citation:
Naween, Wajeeha " A modern study of the permission and disapproval of the guardian in marriage."Al-Idrāk Research Journal, 3, no.1, Jan-June (2023): 54– 64.

ABSTRACT

Islam is a religion of ease and convenience. In the Holy Qur'an, Allah says: “and He has not laid upon you in religion any hardship”. Therefore, even with regard to marriage, Islam has maintained its constitution. Marriage is a psychological and physical need of human beings. Therefore, keeping this in mind, the religion of Islam believes in quickness as much as possible in the case of adult marriage. And it is the responsibility of the guardian to marry his adult children and not to delay it. From the Shari'ah point of view, the permission and disapproval of the guardian has also been taken into consideration that if a girl performs her marriage without the permission of the guardian in non-Kufu, then the guardian will have the right to annul the marriage. However, the constitutional law of Pakistan contradicts this order of Shari’ah. Therefore, according to the announcement of the Supreme Court, if a sane adult girl marries herself without the permission of the guardian, then the marriage will take place and the guardian will not have the power to annul it. In conclusion, the family law of Pakistan contradicts the authority that the Shari'ah has given to the guardian in case of marriage in non-Kafu. In such a case, it is necessary to present a research review of Shariah ruling and constitutional law so that one can get acquainted with all its aspects. The above article will contain an explanation of the change in the position of the two systems with this fundamental difference proposed by the Shariah.

Key Words: Wali, annulment of marriage, permission and non-permission, curfew, Pakistani law, reasons, consequences.

تعارف

بلوغت کے بعد نکاح انسان کا فطری تقاضا ہے اور دین اسلام عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کی نفسیاتی و طبعی یا معاشرتی و اخلاقی ضروریات میں سے ہے، اسلام نے اس چیز کا احسن طریقے سے خیال رکھا ہے۔ پھر

چاہے وہ حفاظت نسب ہو یا تعدد ازواج, زندگی گزارنے کا طریقہ ہو یا آخرت کے احوال, اسلام ہر ہر پہلو میں انسان کی بہترین نمائندگی کرتا ہے اور اس کی فطرت کا لحاظ رکھتا ہے۔ نفس کو گناہوں سے بچانے اور اندھیروں میں دھکیلنے سے حفاظت کے لئے مختلف راستے دکھاتا ہے. یہی وجہ ہے کہ اسلام نکاح بالغان میں عجلت کو پسند کرتا ہے تاکہ انسان ذہنی وجسمانی طور پر کسی اضطراب کا شکار نہ ہو, برے اعمال سے بچے, اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پاسکے اور بہتر مسلمان بن کر زندگی بسر کرے. یہ شریعت کا مزاج ہے۔ البتہ ہم جس ملک کے باشندے ہیں وہاں جمہوری نظام رائج ہے, جس کی بناء پر چند قوانین جو مزاج شریعت کے خلاف ہیں لیکن اس ملک کا باشندہ ہونے کی وجہ سے ہم پر اس کی پاسداری لازم کی جاتی ہے. جس کے باعث بہت سی خرابیاں بھی منظر عام پر آتی ہیں۔

جہاں اسلام ولی کو مقرر کرتا ہے, اس کو نابالغ کے نکاح کا اختیار دیتا ہے, وہیں قانون ایسے نکاح کو مسترد قرار دیتا ہے. اسی طرح غیر کفو میں نکاح کر کے اگر کوئی عاقلہ بالغہ خاتون, خاندانی نسب کو نقصان پہنچائے تو اسلام ولی کو فسخ نکاح کا اختیار فراہم کرتا ہے. لیکن قانون اس بات سے متصادم ہے چنانچہ وہ کفو وغیر کفو کے فرق کے بنا ہی ایسے نکاح کو جائز قرار دیتا ہے. ایسی صورت میں اس کے مسائل اور نتائج کی تحقیق کرنا اور ایک مناسب تطبیق پیش کرنا لازم ہے تاکہ تمام پہلوؤں سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

اسلام میں نکاح کی اہمیت

نکاح اور ازدواجی تعلق اسلام کے نزدیک بہت سی خوبیوں کی بنیاد ہے اور بہت سے خرافات سے بچنے کا حامل ہے. یہی وجہ ہے کہ اسلام اس کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے: **فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ**[1] ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔ نکاح کرنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت قرار دیا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.[2]

---

[1] النساء،4:3۔

Al-Nisā,4:3.

[2] ابن ماجہ، محمد بن یزید، **سنن ابن ماجہ** (بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ،1430)،3:54۔

Ibn Māja, Muḥammad Bin Yazīd, *Sunan Ibn Māja* (Beīrut: Dār al-Risālah al-Ālamīya, 1430), 3: 54.

نکاح کرنا میری سنت میں سے ہے, جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں. (یعنی میرے طریقہ پر نہیں.)

اس کے علاوہ نکاح کو آدھے دین کی تکمیل قرار دیا ہے. حدیث شریف میں ہے:" إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ , فَقَدِ كَمَّلَ نِصْفَ الدِّينِ"[1](بندہ جب نکاح کرتا ہے تو اپنے آدھے دین کی تکمیل کر لیتا ہے.)

ایک روایت میں ہے:"فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الإِيمَانِ , فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي"[2](یعنی نکاح کر کے اس نے اپنے نصف ایمان کو مکمل کر لیا ہے, اب نصفِ باقی میں اللہ سے ڈرتا رہے.)

تعدد ازواج

قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ-فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً.[3]

ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک (سے نکاح کرو).

اس سے اسلام کے سہولت پسند دین ہونے کی بات ممکنہ حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے مرد پر فقط ایک ہی عورت سے نکاح کو لازم کر کے تنگی نہیں کی بلکہ مردوں کو بیک وقت چار نکاح کرنے کی اجازت بھی دے دی. اس سے بہت سے معاشرتی مسائل خود ہی حل ہو جاتے ہیں. موجودہ دور, جبکہ فتنے ہر طرف سے امڈ رہے ہیں, اس بات

---

[1] صہیب عبدالجبار، الجامع الصحیح للسنن والمسانید، (فلسطین: المکتبۃ الخالدیہ، 2014م)، 4:117۔

Ṣoḥaīb Abdul Jabbār, *Al'Jam-e-Assahih li Sunan wal Masanid,* (Palestine: al-Maktabatul Khalidiyah,2014), 4: 117.

[2] صہیب عبدالجبار، الجامع الصحیح للسنن والمسانید، 4:117۔

Ṣoḥaīb Abdul Jabbār, *Al'Jam-e-Assahih li Sunan wal Masanid,*4: 117.

[3] النساء، 4:3۔

Al-Nisā,4:3.

کا متقاضی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے تاکہ بیوہ ومطلقہ اور آئسہ خواتین بھی گھریلو ذمہ داریاں سنبھال کر ازدواجی زندگی میں سکون سے اپنی زندگی بسر کرسکیں اور ایک صحت مند معاشرہ جنم لے سکے.

بالغ اولاد کی نکاح میں جلدی کرنا

اولاد جب بالغ ہو جائے تو ولی کو چاہیے کہ اس کا نکاح کرادے اور اس معاملہ میں تاخیر نہ کرے. حدیث مبارک ہے:"ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا أتت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفئا "[1]

تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو: نماز میں, جنازہ میں اور بالغہ کے نکاح میں جبکہ اس کا کفو مل جائے.

ایک دوسری حدیث میں بیان فرمایا:

> **إذا جاءكم من ترضون دينه وخلقه فأنكحوه، إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد.**[2]
>
> جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے (اپنی لڑکی کا) نکاح کروادو اگر ایسا نہ کروگے تو زمین پر بہت سے فتنے اور بڑے فساد ہوں گے۔

حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں تاخیر کرنے کو بہت سے فتنوں کا ذریعہ بتایا ہے. اسوہ حسنہ زندگی ہر پہلو میں رہنمائی کرتی ہے. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے پیش نظر ولی کو چاہیے کہ وہ بالغ اولاد کے نکاح میں تاخیر نہ کرے۔

آج کل جبکہ خصوصا اولاد کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے بعد ہی نکاح کی اجازت ملتی ہے جس میں اس کی عمر کے کم سے کم 25 برس گزر جاتے ہیں اور نادان نجانے کتنے ہی گناہوں میں ملوث ہوتا چلا جاتا ہے, اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنا انتہائی اہم اور کار ثواب ہے۔

---

[1] ترمذی، **سنن الترمذی** (مصر: مکتبۃ مصطفی، 1975ء)، رقم:1075۔
Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī* (Misar: Maktaba Muṣṭafā,1975AD), No:1075.

[2] ترمذی، **سنن الترمذی**، رقم:1085۔
Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī,* No:1075.

ولی کی تعریف

لغت میں:

ولی کا لفظ "ولایۃ" کا مصدر ہے۔ وَلایۃ (بفتح الواؤ) نصرت اور تولّی (ولی بننے) کو کہتے ہیں اور وِلایۃ (بالکسر) حاکم ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[1]

بعض فقہاء حنفیہ کی اصطلاح میں ولی کی تعریف یہ ہے:

"تنفيذ القول على الغير شاء أم أبى"[2]

دوسرے پر قول کو نافذ کرنا خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔

ولایت کی دو اقسام ہیں:

1. ولایت اجبار: جس میں مولی علیہ کو صغر، مجنون یا رقیق (غلام) ہونے کی وجہ سے تزوج، حفاظت مال وغیرہ کا اختیار نہیں رہتا۔
2. ولایت اختیار: جس میں مولی علیہ کو اختیار تو رہتا ہے البتہ ولی سے اجازت لینا اس صورت میں مستحسن قرار دیا جاتا ہے۔[3]

چونکہ سابقہ تعریفِ ولی ولایت اجبار پر صادق آتی ہے جو اعتراض کا باعث ہے، لہذا نکاح کے باب میں ولایت کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے:

"سلطة شرعيّة، لعصبة نسب، أومن يقوم مقامهم، يتوقَّف عليها تزويج من لم يكن أهلاً لعقده."[4]

---

[1] عوض بن رجاء، الولاية في النكاح(المدينة:المملكة العربية،2002م)،1:24۔
'Awaḍ ibn Rajāʾ 'Awfī, *Al-Walāyaḥ fī al nikāh* (Al-Madina: Almalkmaḥ Arabia, 2002 AD), 1: 24.

[2] عوض بن رجاء، الولاية في النكاح،1:24۔
'Awaḍ ibn Rajāʾ 'Awfī, *Al-Walāyaḥ fī al nikāh*, 1: 24.

[3] عوض بن رجاء، الولاية في النكاح،1:26۔
'Awaḍ ibn Rajāʾ 'Awfī, *Al-Walāyaḥ fī al nikāh*, 1: 26.

[4] عوض بن رجاء، الولاية في النكاح،1:29۔

یہ ایک جائز اختیار ہے جو نسب یا اس کے قائم مقام (قرابت) کی وجہ سے حاصل ہوا ہو, اس پر ایسے افراد کا نکاح موقوف ہوتا ہے جو عقدِ نکاح کے اہل نہیں تھے (مگر انہوں نے اپنا نکاح خود کیا.)

جہاں اس تعریف سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ولایت کی شرعی حیثیت کیا ہے وہاں یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ نکاح کے معاملے میں لڑکی سے استئذان کا کیا حکم ہے؟ یا ولی اس کا نکاح اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر کرواسکتا ہے؟

استئذان قبل النکاح (نکاح کرنے میں اجازت طلب کرنا)

ولی کو جہاں اسلام نے اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ نکاح کرواسکتا ہے, ساتھ ہی اس بات کا بھی حکم دیا ہے کہ وہ نکاح سے قبل لڑکی سے اجازت طلب کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ مبینہ طور پر استئذان قبل النکاح کو بیان کرتی ہیں۔ خواہ لڑکی اگر ثیبہ (شادی شدہ ہو پھر مطلقہ یا مختلعہ یا بیوہ ہو گئی ہو) یا باکرہ (غیر منکوحہ / پہلے نکاح نہ ہوا ہو) دونوں صورتوں میں ولی کے لئے حکم ہے کہ وہ اجازت طلب کرنے کے بعد اس کا نکاح کروائے. البتہ پہلی صورت میں استئذان کے وقت عورت کا لفظی اجازت دینا ضروری ہے جبکہ باکرہ ہونے کی صورت میں عورت کی خاموشی ہی اس کی رضامندی شمار کی گئی ہے. حدیث مبارک ہے:

لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، وَإِذْنُهَا الصُّمُوتُ.[1]

ثیبہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے پوچھا نہ جائے اور کنواری کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے اور اس کی اجازت خاموشی ہے۔

حدیث ہذا سے ہمیں استئذان قبل النکاح کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

کیا اسلام عورت کو اپنی پسند سے نکاح کرنے کا اختیار دیتا ہے؟

اسلام سے قبل عورتوں کو معاشرہ میں حقیر وکمتر سمجھا جاتا تھا. خصوصاً عرب میں جہاں لڑکی کی پیدائش کے ساتھ ہی اسے زندہ درگور کر دیا جاتا. لڑکیوں کو باعث عار و کمزوری سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ کمزور رائے والے کے لیے

‘Awaḍ ibn Rajā᾿ ‘Awfī, *Al-Walāyaḥ fī al nikāh*, 1: 29.

[1] ترمذی، **سنن الترمذی**، رقم:1107۔

Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*, No:1107.

"رأی النسا" جیسے ضرب الامثال استعمال کیے جاتے تھے. شوہر کی وفات پر اسے ہر طرح کی نعمت سے محروم کر دیا جاتا, صفائی ستھرائی اور نظافت کی بھی اجازت نہ ہوتی. الغرضیکہ عورت کا وجود ہر قسم کی ننگ وعار کا باعث تھا.
اسلام نے جاہلیت کی ان تمام رسومات کو ختم کیا, عورت کو معاشرہ میں مقام دیا, میراث میں حصہ مقرر کیا, اس کے حقوق وضع کئے اور مردوں کو اس کے حقوق کی پاسداری کا حکم دیا اور کفالت و سکنی کی ذمہ داری مردوں پر عائد کی.
قرآن کریم میں شوہر کو حکم دیا گیا ہے:

وعاشروهن بالمعروف.[1]

اور ان سے بھلی طرح معاشرت کرو۔

اسی طرح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

استوصوا بالنساء خيرا[2]

عورتوں سے خیر خواہی اور بھلائی کیا کرو.

یہ دین اسلام ہی ہے جس نے عورتوں کو معاشرہ میں معزز مقام دیا ہے اور محترم قرار دیا ہے۔ اسلام نے عورت کو یہ حق بھی فراہم کیا ہے کہ وہ اپنی پسند اور اپنے اختیار سے اپنے ہمسفر کا انتخاب کر سکتی ہے اور ناپسندیدگی کی صورت میں اسے فسخ نکاح کا بھی اختیار حاصل ہے۔
جیسا کہ خنساء بنت حذام انصاریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مشہور ہے کہ ان کے والد نے جب ان کی اجازت کے بنا ان کا نکاح منعقد کر دیا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا مسئلہ بیان کرنے آئیں. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو منسوخ قرار دیا. کتب احادیث میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ ملتا ہے:

إِنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا.[3]

[1] النساء،19:4۔

Al-Nisā,4:19.

[2] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (دار طوق النجاۃ،1422ھ)، الرقم:3331۔

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā’īl, *Al-Jamy’ Al-Ṣaḥīḥ* (Dār Tawq al-Najāḥ, 1422H), Ḥadīth #:3331-

[3] البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:6945۔

ان کے والد ماجد نے ان کی شادی کر دی جبکہ وہ بیوہ تھیں، مگر اُنہیں یہ شادی ناپسند تھی۔ سو وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا نکاح منسوخ فرما دیا۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں جبری شادی کی حوصلہ شکنی کا درس ملتا ہے. جہاں دل کا میلان ورجحان ہو, اس نکاح کو پسند کیا گیا ہے. جیسا کہ ایک روایت میں ہے:

لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ[1]

دو محبت کرنے والوں کے لئے نکاح کے مثل کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے مرد وعورت دونوں کو ہی حقوق فراہم کئے ہیں اور جہاں قلبی وطبعی میلان ہو وہاں نکاح کو ترجیح دی ہے۔

کفو کی تعریف

لغت میں

کفو "کفاءۃ" کا مصدر ہے. لغت میں کفاءت مماثلت اور مساوات کو کہتے ہیں.

اصطلاحا

کفاءت کی تعریف موضع بحث کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ نکاح کے باب میں حنفیہ نے کفاءت کی تعریف یوں کی ہے:

مُسَاوَاةٌ مَخْصُوصَةٌ بَيْنَ الرَّجُل وَالْمَرْأَةِ.[2]

Al-Bukhari, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth #: 6945.

[1] طبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الکبیر** (بیروت: المکتب الاسلامی، 1405ھ)، الرقم: 10895۔

ṬIbrānī, Sulaīmān ibn Aḥmad, *Al-Mu'jam al-Kabīr* (Beīrūt: Al-MAktab al-Islāmī, 1405 AH),10895.

[2] **الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ** (کویت: دار السلاسل، 1427ھ)، 34:266۔

Al-Maūsūʿa Al-Fiqhiya Al-Kuwaītia (Kuwaīt: Dār Al-Salāsil,1427AH),34:266.

یہ ایک مخصوص مساوات وبرابری ہے جس کا اعتبار (نکاح کے وقت) مرد وعورت کے مابین کیا جاتا ہے۔

کفو کیوں اہم ہے؟

نکاح کے معاملے میں کفاءت اور برابری کا اعتبار کیا گیا ہے. نکاح انسان کی زندگی کے اہم معاملات میں سے ہے، یہ ایسا تعلق ہے جس کے ساتھ انسان کے بہت سے امور وابستہ ہوتے ہیں. اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسے ساتھی کا انتخاب کیا جائے جس کے ساتھ عورت نباہ کر سکے اور اس کا نسب بھی محفوظ رہے. ایک معزز اور شریف عورت اس بات سے منکر ہوگی کہ وہ اپنے سے کمتر شخص کے نکاح میں آجائے لہذا شریعت نے کفاءت کا اعتبار کیا ہے اور اولیاء پر کفو میں عورت کا نکاح کرنے کو لازم کیا اور غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع فرمایا. کفاءت ایک ایسا سبب ہے جس کا اعتبار کرنے سے اعلی نسب والی لڑکی کے نسب کی حفاظت بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک ایسے مرد کا فراش بننے کو ناپسند کرے گی جو نسب میں اس سے کم ہو. البتہ اگر عورت خود ہی غیر کفو میں نکاح کرنے کے لیے رضامند ہو تو اس کے لئے جائز ہے. تاہم عورت نے اپنا نکاح غیر کفو میں خود ہی کر لیا ہو تو اولیاء کو اولاد کی پیدائش سے قبل اختیار ہے کہ وہ نکاح کو منسوخ کرواسکتے ہیں. کتب فقہ حنفیہ میں اس فرق کو مکرر مرتبہ ذکر کیا گیا ہے.

(قوله الكفاءة معتبرة) قالوا معناه معتبرة في اللزوم على الأولياء حتى أن عند عدمها جاز للولي الفسخ. اهـ[1]حتى لو زوجت نفسها من غير كفء من غير رضا الأولياء لا يلزم وللأولياء حق الاعتراض؛ لأن في الكفاءة حقا للأولياء؛ لأنهم ينتفعون بذلك ألا ترى أنهم يتفاخرون بعلو نسب الختن، ويتعيرون بدناءة نسبه، فيتضررون بذلك، فكان لهم أن يدفعوا الضرر عن أنفسهم بالاعتراض.[2]

خلاصہ یہ کہ کفاءت کو نکاح میں معتبر قرار دینا لڑکی یا اس کے اولیاء سے ضرر اور عار کو دور کرنے کے لیے ہے.

[1] ابن عابدین، **ردالمحتار** (بیروت: دار الفکر، 1412ھ)، 3:84۔
Ibn-e-ʿābidīn, *Radd Al-Muḥtār* (Baīrūt: Dār Al-Fīkr,1412AH),3:84.

[2] کاسانی، **بدائع الصنائع** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1406ھ)، 2:318۔
Kāsānī, Badā'iʿ *Al-Ṣanā'iʿ* (Baīrūt: Dār Al-Kutub Al- 'ilmiyyah,1406AH), 2:318.

کفو و غیر کفو میں فرق

کفاءت میں جن چیزوں کا اعتبار کیا جاتا ہے ان میں حسب و نسب، دینداری، مال، حریت، حرفت و صنعت وغیرہ شامل ہیں. عورت کا کفو وہ مرد ہوگا جو ان چند باتوں میں اس عورت کے مساوی اور برابر ہو. ان میں سے کسی بات میں کم ہونا یا کسی بات کا نہ ہونا چند قولی اختلافات کے ساتھ اس مرد کو عورت کے لیے غیر کفو بنا دیتا ہے. جس کی وجہ سے عورت کے اولیاء کو بنا ان کی مرضی نکاح کی صورت میں نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔

نکاح بالغان کے بارے میں پاکستان کا عائلی قانون

پاکستان میں سیکشن 2، 1929CMRAء کے تحت عورت کے لیے نکاح کے وقت 16 کم سے کم سال کا ہونا ضروری ہے البتہ صوبہ سندھ میں CMRA2013ء کے تحت حد عمر 18 برس مقرر کی گئی ہے جبکہ لڑکے کے لئے 18 برس کا ہونا شرط ہے۔ اسلام آباد ہائی کورٹ یہ اعلان کر چکی ہے کہ کوئی بھی لڑکی اس عمر میں پہنچ کر اگر اپنا نکاح اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بنا منعقد کرے, تو نکاح ہو جائے گا اور اولیاء کو اس نکاح کی تنسیخ کا کسی طور اختیار حاصل نہ ہوگا۔

شرعی قانون سے عائلی قانون کا تصادم

شریعت نے اولیاء کے لئے غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں جو تنسیخ نکاح کا حق رکھا ہے, ملکی قانون اس سے متصادم نظر آتا ہے. چنانچہ پاکستان کے قانون کے مطابق کوئی بھی عاقل بالغ لڑکی (حد بلوغت قانونی اعتبار سے 18 سال ہے) اپنا نکاح خود کر لے تو نکاح منعقد ہو جائے گا, اس میں ولی کی اجازت اور عدم اجازت کا کوئی اعتبار نہیں. عورت اپنی مرضی سے جہاں چاہے, اپنا نکاح کر سکتی ہے۔

مسائل و نتائج

آج کل اگر غور کیا جائے تو خود سے جا کر نکاح کرنے کی رسم چل نکلی ہے جس میں ایسے جوڑوں کو آزادی دیتا ہے ہمارا قانون, جس میں ولی کی اجازت, موجودگی یا شناختی کارڈ کا ہونا غیر ضروری قرار دیا جا چکا ہے۔ قانون کے اس فیصلے کی بہت سے اراکین نے مختلف طریقوں سے مخالفت کی ہے. کیونکہ یہ قانون بہت سی خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔ ایک بات یہاں غور طلب ہے کہ قانون بھی اپنی ایک حد مقرر کرتا ہے چنانچہ بالغ ہوتے ہی لڑکی کو تمام اختیارات نہیں دیتا بلکہ نکاح کے وقت اس کی کم سے کم عمر 18 برس مقرر کی ہے, اسی طرح بینک اکاؤنٹ ہولڈر بننے کے لیے

قانون نے یہی حد مقرر کی ہے. یہی حال اس کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا ہے,22برس سے کم میں عورت اپنی جائیداد کا اس طرح فیصلہ نہیں کر سکتی حالانکہ وہ بالغ ہو چکی ہوتی ہے. جب قانون نے اس پر بلوغت کے بعد بھی اتنے قدغن اور حدود مقرر کئے ہیں، تو زندگی کے اتنے اہم معاملہ نکاح کی وہ کس طرح بنا کسی سرپرست کی اجازت کے تن تنہا مالک ہو سکتی ہے. یہ سراسر معاشی انحطاط کا باعث ہے اور اولیاء کے لئے یک گونہ تنگی کرنا ہے. ساتھ ہی اس طرح عدم اشتراط اجازتِ ولی بھی غیر کفو میں نکاح کی صورت میں شرعی پہلو سے ناقابل قبول ہے. اس طرح بہت سی معصوم بچیاں بھی کسی کے بہکاوے میں آ کر گھر سے قدم نکال کر ولی کی اجازت کے بنا نکاح کر لیتی ہیں. پھر نتائج شادی کے کچھ ماہ بعد ہی لڑائی جھگڑے اور نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے. بسا اوقات خاندانی تنازعات اسی سبب سے پیدا ہوتے ہیں. جس کا انجام کسی سے مخفی نہیں ہے. جہاں اسلام آپ کو نکاح کرنے کی آزادی فراہم کرتا ہے وہاں ولی کی سرپرستی اور اجازت کو بھی پیش پیش رکھتا ہے تا کہ مستقبل میں پیش آنے والے سینکڑوں مسائل سے محفوظ ہوا جاسکے۔

حل: اس معاشرتی انحطاط کے سدباب کے لیے شرعی حدود کی پاسداری نہ کر کے خود ہی نکاح کر لینے والوں پر قدغن لگانا ضروری ہے. جس کے لیے کفاءت کے پیش نظر اولیاء کی اجازت کو قانونی طور پر ضروری قرار دیا جائے تا کہ بچیاں غلط ہاتھوں میں نہ پڑ جائیں. معاشرہ جس قدر آزاد اور سرپرستی سے عاری ہو گا,لوگ اتنے ہی آزادانہ اور لبرل ہوتے چلے جائیں گے. لازم ہے کہ معاشرہ کو درستگی کی جانب لایا جائے۔

خلاصہ بحث

انسان کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہترین گائڈ ہیں، ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا، ان پر عمل کرنا اور اوامر ونواہی کے نفاذ کا مدار قرآن وسنت کو بنانا، اسی میں انسان کی فلاح و بہبود مضمر ہے. انسان عاجز ہے. مستقبل کے حوالے سے ناواقف ہے. اللہ رب العزت نے جب کسی بھی حکم کو انسان کے لئے لازم یا ضروری قرار دیا ہے، اس میں انسان کی اپنی ہی بھلائی پوشیدہ ہوا کرتی ہے کیونکہ وہ مستقبل کو جاننے والا ہے. غیب ک عالم ہے۔ نکاح کے معاملے میں بھی انسان کو انہیں قوانین کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے ساتھ ہی حکومت کی جانب سے بھی اس فیصلہ پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا جانا چاہئے تا کہ معاشرہ پستی سے ترقی کی راہ کی جانب گامزن ہو۔